مولانا برق التوحیدی

الاستفتاء

جناب مولانا صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،
مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات کتاب وسنت کی روشنی میں مطلوب ہیں:

۱۔ کیا مزارعت ممنوع ہے؟
۲۔ کیا جائز ضرورت سے زائد خرچ کرنے کا ہر مسلمان پابند ہے؟
۳۔ کیا تربیت یافتہ کارکن کو میدانِ صنعت میں نفع ونقصان کا حصہ دار بنانا ضروری ہے؟
۴۔ کیا غیر مزروعہ زمین مالکان سے واپس لینا حکومتِ وقت کا فرض ہے؟

(عبد المجید بھٹی۔ گوجرانوالہ)

جواب (۱):

زمین بطور مزارعت دینا اور لینا منع نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یحرم المزارعۃ ولکن امر ان یرفق بعضہم ببعض" (ترمذی مع التحفۃ ص ۳۰۱ ج ۲)

کہ "نبی علیہ السلام نے مزارعت کو ممنوع قرار نہیں دیا۔ البتہ (اس سلسلہ میں) بعض کو بعض کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیا ہے۔"

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں:

"ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عامل اهل خیبر بشطر ما یخ...

منہا من ثمر او زرع ۔" (مسلم ص۱۴ ج ۲)
کہ " نبی علیہ السلام نے خیبر کی زمین خود مزارعت پر دی ۔"
امام نووی اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں :
" قال ابن ابی لیلیٰ وابو یوسف ومحمد وسائر الکوفیین (غیر ابی حنیفۃ وزفر) وفقہاء المحدثین واحمد وابن خزیمۃ وابن شریح وآخرون تجوز المساقات والمزارعۃ مجتمعین ویجوز کل واحد منہما منفردۃ وھذا ھو الظاھر المختار لحدیث خیبر ۔" (شرح مسلم ص۱۳ ج ۲)
کہ " واقعہ خیبر کی بنا پر از روئے حدیث یہ بات واضح، راجح اور قابل عمل ہے کہ مزارعت جائز ہے جیسا کہ اکثر محدثین اور فقہاء کا خیال ہے ۔"
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :
" دفع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیبر (ارضہا ونخلہا) الیٰ اھلہا مقاسمۃ علی النصف ۔" (اموال لابی عبید ص۸۶/۱۶۰)
کہ " آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر کی سرزمین کو نصف آمدن خود لینے اور نصف انہیں دینے کے معاہدہ پر یہودیوں کے سپرد کر دی ۔"
ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مزارعت کی اجازت ہی نہیں دی بلکہ خود زمین مزارعت پر دی ۔ نیز خلفاء راشدین اور ائمہ عظام کا بھی اس پر عمل رہا ہے ۔ بلکہ جب مہاجرین ہجرت کر کے مدینہ گئے تو انصار نے انہیں جائداد تقسیم کر لینے کی پیشکش فرمائی جسے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسترد کر دیا ۔ تو پھر انصار نے کہا :
" تکفونا مؤنۃ النخل ونشرککم فی الثمرۃ ۔"
یعنی " تم ہمارے کھیتوں میں محنت کرو اور آمدنی میں ہم تمہیں شریک بنا لیں گے ۔"
مہاجرین نے اس بات کو قبول کر لیا ۔ (بخاری ص ۳۱۲ ، ج ۱)
امام بخاری حضرت ابو جعفر سے نقل فرماتے ہیں :
" ما بالمدینۃ اھل بیت الا یزرعون علی الثلث والربع ۔ زارع علی وسعد ابن مالک وابن مسعود وعمر بن عبدالعزیز والقاسم وعروۃ وآل ابی بکر وآل عمر وآل علی وابن سیرین وقال عبدالرحمٰن الاسود

کنت اشارك عبد الرحمٰن بن یزید فی الزرع " (البخاری ص ۳۱۳، ج ۱)

امام طحاوی نے حضرت ابوبکرؓ کے متعلق صراحۃً تحریر فرمایا ہے کہ:

"کان ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ یعطی الارض علی الشطر"

(معانی الآثار ص ۲۸۹ ج ۲)

اور مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت علیؓ کے متعلق ہے:

"لا بأس بالمزارعۃ بالنصف"

یعنی حصہ معین کی صورت میں زمین مزارعت پر دینا منع نہیں "

اور حضرت ابوبکرؓ اپنی زمین مزارعت پر دیا کرتے تھے۔ حضرت طاؤس فرماتے ہیں:

"حضرت معاذ بن جبلؓ اپنی اراضی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، اور حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں تہائی اور چوتھائی پیداوار کی بٹائی پر زراعت کے لئے دیتے تھے"

(ابن ماجہ ص ۱۸۱)

موسیٰ بن طلحہ فرماتے ہیں:

"اقطع عثمان نفرا من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم عبد اللہ ابن مسعود والزبیر بن العوام"

"سعد بن مالک واسامۃ فکان جاری منہم سعد بن مالک وابن مسعود یل نعان ارضھما بالثلث والربع" (معانی الآثار ص ۲۸۹ ج ۲)

یعنی حضرت سعدؓ اور ابن مسعودؓ اپنی اراضی بٹائی و مزارعت پر دیا کرتے تھے۔ بلکہ حضرت رافع کی حدیث سے تو معلوم ہوتا ہے کہ بٹائی اور مزارعت پر زمین دینے کا رواج حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت تک رہا ہے۔ غرضیکہ ان احادیث اور آثارِ صحابہؓ سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مزارعت منع نہیں بلکہ جائز ہے۔ اور یہ طریقہ زراعت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دورِ اقدس اور خلافتِ راشدہ کے زمانے سے بعد تک ہی نہیں بلکہ آج تک موجود ہے اور ائمہ و محدثین کی غالب اکثریت اس کے جواز کی قائل ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں:

"والعمل علی ھذا عند بعض اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہم لم یروا بالمزارعۃ بأسا علی النصف والثلث والربع" (ترمذی ج ۲ ص ۱۶۱)

حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کے تحت رقمطراز ہیں کہ:

"حدیث الباب ھو عمدۃ من اجاز المزارعۃ والمخابرۃ لتقریر النبی صلی اللہ علیہ وسلم لذالک واستمرارہ علی عھد ابی بکر الی ان اجلاھم واستدل بہ علی جواز المساقاۃ فی النخل والکرم" (فتح الباری ج ۵ ص ۱۳)

یعنی آپؐ کا اہل خیبر کے ساتھ مزارعت کا معاملہ تازندگی رہا ہے اور آپ کی یہ ہمیشگی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپؐ نے اپنی زندگی کے لمحات میں بلا قرائن و شروط اس طریق زراعت کو منع نہیں فرمایا اور پھر دورِ خلافتِ راشدہ میں بھی اس پر عمل رہا ہے"۔ چنانچہ موصوف امام بخاری کی ترجمہ باب پر نوٹ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

"والحق ان البخاری انما اراد بسیاق ھذہ الآثار الی ان الصحابۃ لم ینقل عنھم خلاف فی الجواز خصوصا اھل المدینۃ فیلزم من یقدم عملھم علی الاخبار المرفوعۃ ان یقولوا بالجواز علی قاعدتھم"

(ایضاً ص۱۱ ج ۵)

یعنی امام بخاری کے ان آثار کو ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ صحابہ کرام میں سے کسی سے بھی مزارعت کے عدمِ جواز کا قول منقول نہیں۔

بلکہ علامہ خطابی اس سے مزید آگے بڑھے اور فرمایا کہ:

"شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

المزارع بثلث الزرع او ربعۃ او غیر ذالک من الاجزاء الشائعۃ جائز لسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعمل الخلفاء الراشدین وغیرھم من الصحابۃ والتابعین وھو قول محققی الفقھاء" (فتاوی شیخ الاسلام ج ۳ صفحہ ۱۱۸)

"فالمزارعۃ علی النصف والثلث والربع وعلی ما تراضیا بہ الشریکان جائزۃ اذا کانت الحصص معلومۃ والشروط الفاسدۃ معدومۃ وھی عمل المسلمین فی بلدان الاسلام واقطار الارض شرقھا وغربھا" (عون المعبود ج ۳ ص۲۶۷)

البتہ بعض لوگوں کے نزدیک مزارعت درست نہیں۔ جن میں امام ابوحنیفہ کا بھی یہی خیال ہے۔ لیکن اس نہی کا جو مفہوم حضرت امام صاحب متعین فرماتے ہیں وہ درست نہیں۔ کیونکہ جس حدیث رافع بن خدیج

سے استدلال کیا جاتا ہے اس کا پس منظر بلکہ خود الفاظِ حدیث اس کے مخالف معلوم ہوتے ہیں کیونکہ ان روایات میں یہ وضاحت ہے کہ :

"ان احدھم کان یشترط ثلاثۃ جداول والقصارۃ وماسقی الربیع فنھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن ذالک " (بیہقی ج ۶ ص ۱۳۵)

یعنی اس مزارعت کا طریق کار یہ تھا کہ مالکِ زمین مزارع سے کہتا کہ فلاں فلاں جگہ کی آمدن میری ہوگی خواہ باقی جگہ سے مزارع کو فائدہ ہو یا خسارہ ۔

چنانچہ اس طریق مزارعت سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمادیا تاکہ کسی فریق کو نقصان نہ ہو ۔ محدثین وشارحین نے بھی حدیثِ نہی کو اسی پر محمول کیا ہے کہ اگر ایسی شروط فاسدہ ہوں تو زراعت کا طریق مزارعت منع ہے ۔

چنانچہ امام بیہقی فرماتے ہیں :

" ان نھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن المزارعۃ انما کان بھذہ الشروط لانھا مجھولۃ فاذا کانت الحصص معلومۃ نحو النصف والثلث والربع وکانت الشروط الفاسدۃ معدومۃ کانت المزارعۃ جائزۃ والی ھذہ ذھب احمد بن حنبل رحمہ اللہ وابو عبید ومحمد بن اسحاق وغیرھم من اھل الحدیث والیہ ذھب ابو یوسف ومحمد من اصحاب الرائی والاحادیث التی معنت فی معاملۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اھل خیبر بشطر ما یخرج منھا من ثمر او زرع دلیل لھم فی ھذہ المسئلۃ " (السنن الکبریٰ)

علامہ شوکانی فرماتے ہیں :

" والحدیث یدل علیٰ عدم جواز مطلق المزارعۃ ولکنہ ینبغی ان یقید بما فی اولہ من کلام اسید من ضم الاشتراط المقتضی للفساد وعلیٰ عدم منع تقییدہ بذالک فھو علیٰ کراھۃ التنزیہ لما اسلفنا " (نیل الاوطار ج ۵ ص ۲۷۸)

ایک دوسرے مقام پر حضرت رافع بن خدیج کی حدیث کا پس منظر یہ بتایا گیا ہے کہ دو آدمی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے جن کا آپس میں جھگڑا اور لڑائی ہو چکی تھی ۔ آپ نے فرمایا ، اگر تمہارا یہ حال ہے تو تم اپنا اراضی کرایہ پہ نہ دیا کرو ۔ حضرت رافع نے صرف آخری

جملہ سنا اور اسے روایت کر دیا - اور اس پس منظر سے عدم واقفیت کی بنا پر مفہوم متعین کرنے میں غلطی ہو جاتی ہے - چنانچہ ابوداؤد میں یزید بن ثابت فرماتے ہیں :

"یغفر اللہ لرافع بن خدیج انا واللہ اعلم بالحدیث منہ انما اتی رجلان وقد اقتتلا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان کان ھذا شانکم فلا تکروا المزارع فسمع رافع بن خدیج قولہ فلا تکروا المزارع" (ابوداؤد ج ۳ ص ۲۶۷)

یعنی حضرت رافع کو پس منظر کا علم نہ تھا اور آپ نے مکمل واقعہ بھی نہ سنا تھا - اور اگر آپ تمام قصہ سے واقف ہوتے تو یقیناً اس نہی کو عموم پر محمول نہ فرماتے - اور ممکن ہے حضرت رافع تک جب یہ مفصل روایت پہنچی ہو تو آپ نے رجوع کر لیا ہو - جیسے حنظلہ بن قیس فرماتے ہیں کہ جب میں نے حضرت رافعؓ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا "ہم چاندی وغیرہ کے عوض اراضی کو کرایہ پر دینے سے منع نہیں کرتے"

(عون المعبود ج ۳ ص ۲۶۸)

علاوہ ازیں اس کی تائید اس قرینہ سے بھی ہوتی ہے کہ آخر ایک ایسا مسئلہ جس کا تعلق معاشرہ کے جمیع افراد سے ہو، وہ رافع بن خدیجؓ کے علاوہ باقی صحابہ پر کیونکر مخفی رہ سکتا ہے - دراصل ان پر مخفی تو ممکن ہے نہ ہو بلکہ انہیں اس کی تفصیل اور پس منظر کا علم تھا جس کی بنا پر وہ اراضی کو مزارعت پر دیتے رہے - بہرحال ان جمیع تنقیحات کے بعد یہ بات قرینِ نقل وعقل ہے کہ مزارعت کے طریقِ زراعت میں اگر ناجائز اور فاسد شروط کا دخل نہ ہو تو درست ہے ورنہ ناجائز - اور یہ اس کا منع اور ناجائز ہونا نفسِ مزارعت میں کسی قانونی یا اصلاحی پہلو کی کمی یا کمزوری کا باعث نہیں بلکہ ان شروطِ فاسدہ کی وجہ سے ہے اور ایسی شروط ہر حکم پر اسی انداز سے اثر انداز ہوتی ہیں جن کی بنا پر نفس الامر کی نوعیت مشروعہ متاثر نہیں ہوتی -

(۲)

اس سوال کا جواب سمجھنے کے لئے ہمیں سب سے پہلے اسلام کے نظریۂ انفاق پر غور کرنا ہوگا کہ اس کے مختلف حیثیتوں سے تدریجی نصاب ہیں - مثلاً ایک حقِ زکوٰۃ ہے جسے اسلام نے ہر باحیثیت مسلمان پر فرض کیا ہے - لیکن مسلمان کو ہرگز یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ ادائیگی زکوٰۃ وعشر کے بعد علی الاطلاق انفاق کے سلسلہ میں اس کی کوئی ذمہ داری نہیں بلکہ اور بھی حقوق ہیں جیسے اہل وعیال اور نفس کے حقوق جن پر مال خرچ کرنے کا وہ پابند ہے جسے ہم جائز ضرورت سے تعبیر کرتے ہیں - لیکن سرمایہ داری